ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد خالد جذبی

حسین پبلیکیشنز گوجرانوالا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ

ضابطہ

کتاب : ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مؤلف : محمد خالد جذبی
ناشر : حُسین پبلیکیشنز گوجرانوالا
کمپوزنگ: سجّاد کمپوزنگ سنٹر گوجرانوالا
طباعت : شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
اشاعت : مارچ ۲۰۰۹ء
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : ۷۵روپے

انتساب

والدینِ کریمین کے نام
جن کی دُعاؤں کے سبب مجھے حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم
کی سیرتِ طیّبہ پر یہ کتاب لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

محمد خالد جذبی

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ جس طرح کسی سربراہِ مملکت، قانون دان، ماہرِ تعلیم، سپہ سالار، تاجر اور مبلّغ کے لیے بہترین نمونہ ہے، اِسی طرح وہ ہر عمر کے انسان کے لیے بھی بہترین نمونہ ہے۔ بچّے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا، ایک ایسے معاشرے میں جہاں گالی گلوچ کے بغیر گفتگو کا تصوّر تک محال تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کبھی کسی نا ملائم لفظ سے آشنا نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑوں کا اَدب کرتے تھے اور ہمجولیوں سے محبّت کرتے تھے۔ یہ اور اِسی قسم کی کئی دوسری اچھی باتیں بچّے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے سیکھ سکتے ہیں۔

اُردو میں سیرتِ طیّبہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن بچّوں کے لیے اِس موضوع پر لکھی جانے والی کتابیں بہت کم ہیں۔ جو کتابیں موجود ہیں اُن میں بھی ایسی کتابیں بہت ہی کم ہیں جنھیں سچ مچ بچّوں کی کتابیں قرار دیا جا سکے۔ میرے عزیز دوست اور پیارے بھائی محمد خالد جذبی نے یہ کمی پوری کی ہے اور بچّوں کے لیے ایک قابلِ قدر کتاب ''ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' لکھی ہے۔ اِس کتاب کی زبان نہایت آسان، سادہ اور عام فہم ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر جہاں بچّے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے واقف ہوں گے، وہاں وہ اپنے آپ کو ایک اچھا اور سچّا مسلمان بنانے کے

لیے بھی بہت کچھ سیکھ سکیں گے۔ طالبِ علم اس کتاب سے براہِ راست فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، البتہ چھوٹی عمر کے بچّے اِس سے بالواسطہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، وہ یوں کہ والدین رات کو سونے سے قبل اُنھیں "ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" سے دو تین صفحات سنا دیا کریں۔ اِس طرح چھوٹی عمر میں والدین کی زبان سے سنے ہوئے واقعاتِ سیرت بچّوں کے ذہنوں پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو جائیں گے جو آگے چل کر اُن کی زندگیاں سنوارنے میں بہترین کردار ادا کریں گے۔

آخر میں برادرم محمد خالد جذبی کو "ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" لکھنے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللّٰہ تعالیٰ اُن کی یہ کاوش قبول فرمائے اور "ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" کو قبولِ عام عطا فرمائے!

خواجہ عابد نظامی

☆

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کا موضوع بہت ہی بابرکت موضوع ہے۔ اِس سے لکھنے والے کو بھی جِلا ملتی ہے اور پڑھنے والے کو بھی۔ وہ آنکھیں بھی بڑی بابرکت ہیں جو اِس موضوع پر کسی کتاب کے مطالعے کے لیے وا ہوتی ہیں اور وہ ہاتھ بھی بڑے بابرکت ہیں جو اِس موضوع پر روشنی بکھیرنے کے لیے حرکت میں آتے ہیں۔ ایسا ہی ایک ہاتھ جناب محمد خالد جذبی صاحب کا ہے جنھوں نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت میں ڈوب کر اور کیف و سرور کی مستی میں مگن اور محو ہو کر یہ خوب صورت کتاب تحریر کی ہے۔

میں نے کتاب کا ایک ایک حرف دیکھا ہے۔ کتاب کیا ہے، موتیوں کی مالا ہے، جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور سیرتِ طیّبہ کو بہت ہی سلیس، عمدہ اور خوب صورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الفاظ کا انتخاب بہت اچھا اور اُسلوبِ تحریر بیحد دل چسپ اور دل نشیں ہے۔

میں اِس کتاب کی مقبولیت اور اِس کے مؤلف کے رفعِ درجات کے لیے دُعا گو ہوں۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی
صدر شعبہ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی لاہور

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پاکیزہ زندگی تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ جو شخص اپنی زندگی کو دینی اور دنیوی طور پر کامیاب بنانا چاہتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مُقدّسہ پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ میری بھی ایک عرصے سے خواہش تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ پر ایک کتاب لکھوں۔ اللّٰہ کریم نے مجھے یہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے اِس کتاب میں نہایت اختصار، مگر بھرپور جامعیّت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات و واقعات پیش کرنے کی

کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین اِس کتاب کو محبّت وعقیدت سے پڑھیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

محمد خالد جذبی

☆

ترتیب

اللہ کریم کا پیغام ۱۳
خاندان ۱۶
ولادتِ مبارکہ ۱۶
پرورش ۱۷
حلف الفضول ۱۸
تجارت ۱۸
شادی ۱۸
خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو ۱۹
بعثتِ مبارکہ ۲۱
قرآن کریم کا نزول ۲۲
اسلام کی دعوت ۲۳
قریش کی مخالفت ۲۵
مسلمانوں پر ظلم ۲۷
مسلمانوں کی حبشہ روانگی ۲۷
بنو ہاشم کا مقاطعہ ۲۹
صدمات ۲۹
سفرِ طائف ۲۹
معراج ۳۰
بیعتِ عقبہ ۳۰

ہجرت	۳۲
مسجدِ نبوی کی تعمیر	۳۴
مواخات	۳۵
میثاقِ مدینہ	۳۵
منافقین	۳۵
غزوۂ بدر	۳۶
غزوۂ احد	۳۷
مسلمانوں کا قتل	۳۸
غزوۂ خندق	۳۹
صلح حدیبیہ	۴۱
بادشاہوں کو دعوتِ اسلام	۴۲
غزوۂ خیبر	۴۴
سریۂ موتہ	۴۴
فتح مکّہ	۴۵
غزوۂ حنین	۴۷
غزوۂ تبوک	۴۸
اسلامی سلطنت کی بنیاد	۴۹
حجۃ الوداع	۴۹
وصال	۵۳
صورت و سیرت	۵۵
ازواج و اولاد	۵۷
آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا	۵۹

☆

اللہ کریم کا پیغام

یہ کائنات کب وجود میں آئی؟ انسان نے کب جنم لیا؟ یہ کائنات خود بہ خود بن گئی ہے یا اِس کا کوئی بنانے والا بھی ہے؟ یہ کائنات ہمیشہ قائم رہے گی یا کسی روز فنا ہو جائے گی؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو انسان کے ذہن میں اُبھرتے ہیں اور اُبھرتے رہیں گے، لیکن یہ پیچیدہ مسائل عقل اور علم کی مدد سے اب تک حل نہیں ہو سکے، اور حل ہو بھی کیسے سکتے ہیں، جبکہ یہ کائنات اُس وقت بھی موجود تھی جب انسان کا وجود نہیں تھا۔ جب اُس نے جنم لیا تو ہزاروں سال تک پڑھنے لکھنے کے قابل نہ ہو سکا۔ وہ شروع میں اتنا غیر مُہذّب تھا کہ جنگلوں میں رہتا تھا اور درختوں کے پتّوں سے تن ڈھانپتا تھا۔ ایسی صورت میں اُس کے لیے اپنے وجود سے پہلے کے حالات جاننا تو درکنار، خود اپنے زمانے کے ابتدائی حالات یاد رکھنا بھی ممکن نہ تھا۔ اِس لیے اِس دنیا کی ابتدا کے بارے میں کچھ بتانا اور ایک ایسے دور کے حالات بیان کرنا جب بنی نوعِ انسان کا اِس زمین پر آغاز ہُوا، تقریباً ناممکن ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اِس کائنات کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یہ خود بہ خود بن گئی ہے۔ یہ بات نہ تو عقل میں آتی ہے اور نہ ہی دل کو بھاتی ہے اور سچّی تو کسی طور بھی نہیں ہو سکتی ہے۔ کسی مُفکّر نے کہا ہے کہ جب تم کوئی کتاب پڑھتے ہو تو جانتے ہو کہ اِس کا کوئی لکھنے والا بھی ہے اور جب تم کوئی عمارت دیکھتے ہو تو تمھارا ذہن اُس کے بنانے والے کی طرف جاتا ہے تو

کیا زمین و آسمان کا کوئی بنانے والا نہیں ہے؟ اے لوگو! غور کرو اور جان لو کہ کائنات کا یہ وجود خود اِس بات کا ثبوت ہے کہ اِس کا بنانے والا بھی کوئی ہے اور وہ اللّٰہ کریم ہے۔ اب اگر اللّٰہ خود اپنے بندوں کو کائنات اور انسان کے متعلّق کوئی خبر دے تو وہ یقیناً شک و شبہے سے بالا تر ہوگی۔ خوش قسمتی سے مسلمانوں کے پاس ایک ایسی کتاب موجود ہے جو کسی انسان کی لکھی ہوئی نہیں ہے، بلکہ اللّٰہ کا کلام ہے۔ یہ قرآنِ کریم ہے۔ قرآن کے مطابق دنیا اور اِس کی ہر مخلوق اللّٰہ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ صرف اللّٰہ ہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، باقی سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ قرآن میں یہ تو نہیں بتایا گیا ہے کہ انسان نے کب جنم لیا، مگر یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السّلام اور اُن کی بیوی حضرت حوّاؑ کی اولاد ہیں۔ جب اللّٰہ نے حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوّاؑ کو جنّت سے زمین پر بھیجا تھا تو اُن سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ آنے والی نسلوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اپنے نبی، پیغمبر اور رسول بھیجتا رہے گا، چنانچہ جب اُن کے بعد اُن کی اولاد بڑھی اور جگہ جگہ پھیل گئی تو اللّٰہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہر ملک اور قوم میں اپنے نبی، پیغمبر اور رسول بھیجے جو لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے اور اُنھیں اچھّے کام کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اِن نبیوں میں حضرت شیث علیہ السّلام، حضرت ادریس علیہ السّلام، حضرت نوح علیہ السّلام، حضرت ہود علیہ السّلام، حضرت صالح علیہ السّلام، حضرت ابراہیم علیہ السّلام، حضرت اسماعیل علیہ السّلام، حضرت اسحاق علیہ السّلام، حضرت لوط علیہ السّلام، حضرت یعقوب علیہ السّلام، حضرت یوسف علیہ السّلام، حضرت ایوّب علیہ السّلام، حضرت شعیب علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت ہارون علیہ السّلام، حضرت داوٗد علیہ السّلام، حضرت سلیمان علیہ السّلام، حضرت الیاس علیہ السّلام، حضرت الیسع علیہ السّلام، حضرت ذوالکفل علیہ

السّلام، حضرت یونس علیہ السّلام، حضرت عزیر علیہ السّلام، حضرت زکریا علیہ السّلام، حضرت یحییٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بہت مشہور ہیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ کچھ لوگ صحیح راستے پر چلتے ہیں اور اچھے اچھے کام کرتے ہیں تو کچھ لوگ غلط راستے پر چلتے ہیں اور بُرے بُرے کام کرتے ہیں، چنانچہ اِن پیغمبروں کی ہدایت اور رہنمائی پر تو لوگ صحیح راستہ اختیار کر لیتے تھے اور ایک اللّٰہ کی عبادت کرنے لگتے تھے، لیکن اِن کے بعد وہ غلط راستہ اختیار کر لیتے تھے اور اپنے نفس، خواہش اور اغراض کو رہنما بنا کر ہوا، پانی، آگ، سورج، چاند، ستاروں، درختوں، پہاڑوں اور بتوں وغیرہ کو پوجنے لگتے تھے۔ لوگوں کی اِسی گمراہی کو دور کرنے کے لیے اللّٰہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنی آخری کتاب قرآن دے کر دنیا میں بھیجا۔

☆

خاندان

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے مشہور قبیلے قریش کے ایک نہایت معزّز خاندان بنو ہاشم کے عظیم وجلیل فرد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمُطّلِب بن ہاشم مکّہ مکرّمہ کے سردار اور خانہ کعبہ کے نگران تھے۔ اُن کے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ اُن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللّٰہؓ نہایت خوب صورت اور نیک سیرت تھے۔ جب وہ جوان ہوئے تو حضرت عبدالمُطّلِب نے اُن کی شادی قریش کے ایک ممتاز خاندان بنو زہرہ کے سردار حضرت وہب بن عبدِ مناف کی خوب صورت اور نیک سیرت بیٹی حضرت آمنہؓ سے کر دی۔ کچھ عرصے بعد حضرت عبداللّٰہؓ تجارت کے سلسلے میں شام گئے، وہاں سے واپس آتے ہوئے مدینہ منوّرہ پہنچے تو بیمار ہو گئے۔ وہیں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کے شکم میں تھے۔

ولادتِ مبارکہ

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم ۱۲ ربیع الاوّل امیلادی/۲۰ اپریل ۵۷۱ عیسوی کو پیر کے روز صبح کے وقت مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے۔ یہ تاریخِ انسانیت کا سب سے روشن، سعید اور مبارک دن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمُطّلِب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کی اطّلاع ملی تو وہ شاداں و فرحاں گھر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت محبّت وشفقت سے سینے سے لگا لیا اور بہت دیر تک چومتے رہے۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ میں لے گئے، اللّٰہ کریم کا شکر ادا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رحمت

وبرکت کی دعا مانگی اور آپ ﷺ کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔

پرورش

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو چند روز آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ اور پھر خاندان کی ایک کنیز حضرت ثویبہؓ نے دودھ پلایا۔ اُس کے بعد قبیلہ بنوسعد کی ایک خاتون حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ اپنے گاؤں لے گئیں اور آپ ﷺ کو دودھ پلانے لگیں۔ جب آپ ﷺ پانچ سال کے ہوئے تو وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ کے پاس چھوڑ گئیں۔ اُنھوں نے آپ ﷺ کو سینے سے لگایا اور نہایت محبّت وشفقت سے آپ ﷺ کی پرورش کرنے لگیں۔ جب آپ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو وہ آپ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے شوہر اور آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہؓ کی قبر کی زیارت کے لیے مدینۂ منوّرہ گئیں، وہاں سے واپس آتے ہوئے ابوا کے مقام پر پہنچیں تو بیمار ہو گئیں۔ وہیں فوت ہوئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ اُن کی ایک کنیز حضرت اُمِّ ایمنؓ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ مکّۂ مکرّمہ لائیں اور آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمُطّلِب کے سپرد کر دیا۔ اُنھوں نے آپ ﷺ کو سینے سے لگایا اور نہایت محبّت وشفقت سے آپ ﷺ کی پرورش کرنے لگے۔ جب آپ ﷺ آٹھ سال کے ہوئے تو وہ بھی فوت ہو گئے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے اور آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالبؓ (حضرت علیؑ کے والد) اُن کے جانشین اور آپ ﷺ کے سرپرست مقرّر ہوئے۔ وہ آپ ﷺ سے بہت محبّت کرتے تھے اور آپ ﷺ کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ اُن کی بیوی اور آپ ﷺ کی چچی حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ (حضرت علیؑ

کی والدہ) بھی آپ ﷺ سے بہت محبّت کرتی تھیں اور آپ ﷺ کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ حضرت ابوطالبؓ تجارت کرتے تھے اور اِس سلسلے میں اکثر شام، فلسطین اور یمن جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ شام جانے لگے تو آپ ﷺ اُن سے لپٹ گئے اور ساتھ جانے کے لیے اصرار کیا۔ اُنھوں نے آپ ﷺ کی دل شکنی نہ کی اور ساتھ لے لیا۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک بارہ سال تھی۔

حلف الفضول

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عمرِ مبارک بیس سال کی تھی کہ قریش اور قیس کے قبیلوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کو 'حرب الفجار' کہا جاتا ہے۔ یہ جنگ ختم ہوئی تو آپ ﷺ کے چچا حضرت زبیر کی تحریک پر بہت سے لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور عہد کیا کہ ہم شہر میں امن قائم کریں گے، مظلوموں کی حمایت کریں گے اور مسافروں کی حفاظت کریں گے۔ اِس معاہدے کو 'حلف الفضول' کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ بھی اِس معاہدے میں شریک ہوئے۔

تجارت

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عمرِ مبارک اِکّیس سال کی تھی کہ آپ ﷺ نے تجارت کا شغل اختیار کیا اور کاروبار میں مشغول ہو گئے۔ آپ ﷺ نیّت کے اچھے، زبان کے سچّے اور معاملات کے کھرے تھے، اِس لیے آپ ﷺ کا کاروبار نہایت کامیاب رہا اور ہر تجارتی سفر میں بہت زیادہ نفع ہوُا۔

شادی

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سچائی، امانت داری اور دیانت داری کی

شہرت پھیلی تو قریش کے ایک ممتاز خاندان بنواسد کی ایک پاک باز اور دولت مند خاتون حضرت خدیجہ بنتِ خویلدؓ نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ (ﷺ) میرا تجارت کا سامان شام لے جائیں، میں آپ (ﷺ) کو بہت اچھا معاوضہ دوں گی۔ آپ ﷺ نے اُن کی یہ پیشکش قبول کر لی اور سامان لے کر شام تشریف لے گئے۔ اِس تجارتی سفر میں بہت زیادہ نفع ہؤا۔ وہ آپ ﷺ کی دانش مندی سے بہت متأثر ہوئیں اور اپنی ایک سہیلی کے ذریعے آپ ﷺ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابوطالبؓ سے مشورہ کر کے اُن سے شادی کر لی۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک پچّیس سال تھی۔

خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عمرِ مبارک پینتیس سال کی تھی کہ مکّۂ مکرّمہ میں ایک زبردست سیلاب آیا جس سے خانۂ کعبہ کی عمارت کو شدید نقصان پہنچا۔ قریش کو بہت افسوس ہؤا اور اُنھوں نے اُسے گرا کر نئے سرے سے بنانا شروع کیا۔ جب عمارت مکمّل ہوگئی اور حجرِ اسود کو نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو شدید اختلاف رُونما ہوگیا۔ ہر خاندان کی خواہش تھی کہ اِس مُتبرّک پتھّر کو اُٹھا کر اِس کی جگہ پر رکھنے کا شرف اُسے ہی حاصل ہو۔ یہ اختلاف اِتنا بڑھا کہ تلواریں نکل آئیں۔ آخر ایک آدمی نے مشورہ دیا کہ جو شخص سب سے پہلے خانۂ کعبہ میں آئے اُس سے اِس اختلاف کا فیصلہ کرا لیا جائے۔ یہ مشورہ سب کو پسند آیا۔ اتّفاق سے سب سے پہلے آپ ﷺ خانۂ کعبہ میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی وہ پکار اُٹھے:

یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں، یہ سچے اور امانت دار ہیں، ہم اِن پر راضی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجرِ اسود کو ایک چادر پر رکھا اور فرمایا:

تمام خاندانوں کے سردار چادر کے کونے پکڑ کر اِسے اُٹھائیں۔

سب نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ اپنی جگہ کے قریب پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے اُٹھا کر نصب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس فیصلے سے سب خوش ہو گئے۔

☆

بعثتِ مبارکہ

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کو دنیا کی رنگینیاں کبھی متأثر نہ کرسکیں، آپ ﷺ کا زیادہ وقت غور وفکر میں گزرتا، چنانچہ آپ ﷺ کھانے پینے کا سامان لے کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی روز اللّٰہ کریم کی عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک روز آپ ﷺ غار میں تشریف فرما تھے کہ اللّٰہ کریم کے ایک فرشتے حضرت جبریل علیہ السّلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا:

اے محمد (ﷺ)! خوشخبری سنیے، آپ (ﷺ) اللّٰہ کے رسول ہیں۔

یہ ربیع الاوّل انبوی کی بارہ اور فروری ۶۱۰ عیسوی کی نو تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک چالیس سال تھی۔

وہ چلے گئے تو آپ ﷺ اِس عظیم ذمّے داری کے احساس سے لرزاں واپس گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے فرمایا:

مجھے چادر اُڑھادو، مجھے چادر اُڑھادو۔

اُنھوں نے آپ ﷺ کو چادر اُڑھادی۔ جب آپ ﷺ کو کچھ سکون ہؤا تو آپ ﷺ نے اُنھیں سارا واقعہ سنایا اور فرمایا:

مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

اُنھوں نے کہا:

نہیں، ہرگز نہیں، اللّٰہ آپ (ﷺ) کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ (ﷺ) سچ بولتے ہیں، امانتیں ادا

کرتے ہیں، بیکسوں کی اعانت کرتے ہیں، ناداروں
کی دستگیری کرتے ہیں اور تمام اُمور میں حق کی حمایت
کرتے ہیں۔

پھر وہ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ آسمانی کتابوں تورات، زبور اور انجیل کے عالم تھے۔ آپ ﷺ نے اُنھیں یہ واقعہ سنایا تو اُنھوں نے کہا:

یہ وہی فرشتہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آتا
تھا۔ واللّٰہ، آپ (ﷺ) اِس اُمّت کے نبی ہیں۔

اُن کی باتوں سے آپ ﷺ پُرسکون ہوگئے اور بہ دستور غارِ حرا میں تشریف لے جاتے رہے۔

قرآنِ کریم کا نزول

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو غارِ حرا میں عبادت کرتے ہوئے چھ ماہ اَور گزرے تو بعثت کے پہلے سال رمضان الکریم کے مہینے میں حضرت جبریل علیہ السّلام پھر آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اللّٰہ کریم کا یہ پیغام سنایا:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ
مِنۡ عَلَقٍ ۚ۝ اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ۝ الَّذِیۡ عَلَّمَ
بِالۡقَلَمِ ۙ۝ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ۝

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو
منجمد خون سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم

ہے، جس نے قلم کے ذریعے سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو
وہ نہیں جانتا تھا۔
اِس کے بعد وہ چلے گئے اور آپ ﷺ واپس گھر تشریف لے آئے۔

اسلام کی دعوت

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے منصبِ نبوّت و رسالت پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو اسلام کی طرف بلایا اور اُنھیں بتایا:

اللّٰہ ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہر چیز اُسی کی بنائی ہوئی ہے۔ پھل، پھول، درخت، اناج وہی اُگاتا ہے۔ خوشی، غم، زندگی، موت، سب کچھ وہی دیتا ہے۔ فرشتے اللّٰہ کی ایک ایسی مخلوق ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے، وہ دن رات اللّٰہ کے احکام کی تعمیل میں مشغول رہتے ہیں۔ اُن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دنیا میں جتنے نبی، پیغمبر اور رسول آئے، وہ سب سچّے اور اللّٰہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اُن پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ میں بھی اللّٰہ کا رسول ہوں، مجھ پر بھی ایمان لاؤ۔ اللّٰہ نے اپنے رسولوں کو جو کتابیں دیں وہ سب سچّی ہیں۔ ہر شخص مرنے کے بعد قیامت کے روز پھر زندہ ہوگا اور اللّٰہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ وہ ہر ایک کو اُس کے اچھے

اور بُرے کاموں کا صلہ اور بدلہ دے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت علیؑ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام حضرت زید بن حارثہؓ فوراً ایمان لے آئے۔ اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چپکے چپکے دوسرے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ اُن میں جو فطرت کے اچھے اور طبیعت کے سلجھے تھے وہ آہستہ آہستہ اسلام قبول کرنے لگے۔ اِس طرح تین سال گزر گئے۔ چوتھا سال شروع ہُوا تو اللہ کریم نے حضرت جبریل علیہ السّلام کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم بھیجا، چنانچہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی رشتے داروں کو جمع کیا اور فرمایا:

> اے بنو ہاشم! میں تمھارے پاس ایک ایسی چیز لے کر آیا ہوں جس میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے۔ بتاؤ، تم میں سے کون اِسے قبول کرے گا اور میرا ساتھ دے گا۔

یہ سن کر سب خاموش رہے، البتّہ حضرت علیؑ نے عرض کیا:

> یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں سینے سے لگالیا اور فرمایا:

> علیؑ! تم میرے بھائی اور وارث ہو۔

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو پکارا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> اے قریش! اگر میں تم سے کہوں کہ اِس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر کھڑا ہے اور وہ تم پر حملہ کرنے والا ہے

تو کیا تم یقین کر لو گے؟

اُنھوں نے کہا:

جی ہاں، کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تو پھر ایک اللّٰہ پر ایمان لاؤ اور بتوں کو پوجنا چھوڑ دو۔

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم پر شدید عذاب نازل ہوگا۔

یہ سن کر وہ خفا ہو گئے اور واپس چلے گئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی خفگی کی کوئی پروا نہ کی اور اپنا مشن جاری رکھا۔

قریش کی مخالفت

جب حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں سے متاثّر ہو کر اسلام قبول کرتے رہے تو قریش بہت پریشان ہوئے، چنانچہ ایک روز وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بادشاہ بنا دیتے ہیں، اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دولت چاہتے ہیں تو ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دولت دے دیتے ہیں اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی خوب صورت عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شادی کرا دیتے ہیں۔ بس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے معبودوں کی مخالفت چھوڑ دیں۔

آپ ﷺ نے اُن کی یہ پیشکش مسترد کردی اور فرمایا:

میں تمھارے پاس جو چیز لایا ہوں، اُسے مان لو، اِسی میں تمھاری بہتری ہے، ورنہ میرے اور تمھارے درمیان اللّٰہ فیصلہ کرے گا۔

آپ ﷺ سے مایوس ہو کر وہ آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالبؓ کے پاس گئے اور کہا:

سردار! آپ کے بھتیجے محمد (ﷺ) ہمارے معبودوں کی مخالفت کرتے ہیں، آپ اُنھیں منع کریں۔

انھوں نے آپ ﷺ کو بلا کر اِس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

چچا جان! اللّٰہ کی قسم، اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اسلام کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا۔

وہ آپ ﷺ کا یہ عزم اور استقلال دیکھ کر بہت متأثر ہوئے اور کہا:

بھتیجے! تم جو چاہو کرو، میں تمھارے ساتھ ہوں۔

جب اُن کی یہ دونوں کوششیں ناکام ہو گئیں تو وہ غضبناک ہو گئے اور آپ ﷺ کو طرح طرح سے ستانے لگے۔ آپ ﷺ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تو وہ شور مچاتے، آپ ﷺ پر خاک پھینکتے، آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتے اور آپ ﷺ کو 'پاگل'، 'شاعر' اور 'جادوگر' کہتے، مگر آپ ﷺ اُن کی شرارتوں پر صبر کرتے اور اپنا فرض ادا کیے جاتے۔

مسلمانوں پر ظلم

جب حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر قریش کی سختیوں کا کوئی اثر نہ ہؤا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے ساتھیوں کو ستانے لگے۔ وہ حضرت بلال حبشیؓ کو تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹتے، حضرت خباب تمیمیؓ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹاتے، حضرت صہیب رومیؓ کو کانٹے چبھوتے، حضرت ابوذر غفاریؓ کو تھپڑ مارتے، حضرت خالد بن سعیدؓ کو بھوکا پیاسا رکھتے، حضرت یاسرؓ، اُن کی بیوی حضرت سمیہؓ اور اُن کے بیٹوں حضرت عبداللہؓ اور حضرت عمارؓ کو آگ میں جلاتے اور پانی میں غوطے دیتے۔ حضرت یاسرؓ یہ تکلیفیں سہتے سہتے جاں بحق ہو گئے۔ حضرت سمیہؓ کو ایک ظالم نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ بھی انھی شدائد میں جاں بحق ہو گئے، البتہ حضرت عمارؓ زندہ رہے اور اذیّتیں جھیلتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک قریبی عزیز حضرت حارث بن ابی ہالہؓ کو ایک ظالم نے تلوار کا وار کر کے شہید کر دیا۔

مسلمانوں کی حبشہ روانگی

جب مسلمانوں پر قریش کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُنھیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا، چنانچہ بعثت کے پانچویں سال گیارہ مرد اور چار عورتیں اور بعثت کے چھٹے سال تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں۔ وہاں کے عیسائی بادشاہ اصحمہ نجاشی نے اُن سے بہت اچھا سلوک کیا اور وہ وہاں امن وسکون سے رہنے لگے۔ قریش کو پتا چلا تو اُنھیں بہت غصّہ آیا اور اُنھوں نے اپنے دو آدمیوں کو بہت سے قیمتی تحائف دے کر حبشہ بھیجا۔ اُنھوں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور تحائف پیش کر کے

درخواست کی کہ ہمارے کچھ مجرم بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں، آپ اُنھیں ہمارے حوالے کر دیں۔ اُس نے مسلمانوں کو بلا کر اِس بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (حضرت علیؑ کے بڑے بھائی) نے کہا:

> اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے اور بدکاریاں کرتے تھے۔ اللّٰہ نے ہم پر رحم کیا اور ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے حسب ونسب، عفّت وعصمت اور صداقت وامانت سے ہم اچھّی طرح واقف تھے۔ اُس نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا اور اچھّے کام کرنے کا حکم دیا۔ ہم اُس پر ایمان لائے تو یہ لوگ ہمارے دشمن بن گئے اور ہمیں طرح طرح سے ستانے لگے۔ ہم اِن کے ظلم سے تنگ آ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔

اُس نے کہا:

> تمھارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر جو کلام نازل ہوا ہے، اُس میں سے کچھ سناؤ۔

اُنھوں نے قرآنِ کریم کی چند آیاتِ مقدّسہ پڑھیں تو اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اُس نے کہا:

> یہ کلام اور انجیل ایک ہی نور کے پرتَو ہیں۔

پھر اُس نے قریش کے آدمیوں کو اُن کے تحائف واپس کر کے رخصت کر دیا اور مسلمانوں کو اپنے ملک میں قیام کرنے کی اجازت دے دی۔

بنو ہاشم کا مقاطعہ

جب حضور آ قا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم قریش کی مخالفتوں کے باوجود اسلام کی تبلیغ میں مشغول رہے اور اسلام پھیلتا رہا تو بعثت کے ساتویں سال اُنھوں نے عہد کیا کہ جب تک بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے، ہم اُن سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھیں گے۔ اُنھوں نے یہ معاہدہ لکھ کر خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالبؓ کو پتا چلا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے خاندان کے دوسرے افراد کو ساتھ لے کر جبلِ ابی قبیس کی ایک گھاٹی میں چلے گئے۔ یہ گھاٹی 'شعب ابی طالبؓ' کہلاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان سمیت تین سال اِس گھاٹی میں محصور رہے اور اِس دوران بہت تکلیفیں اُٹھائیں۔ آخر بعثت کے دسویں سال اُنھوں نے یہ مقاطعہ ختم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے دوسرے افراد اپنے گھروں میں واپس آ گئے۔

صدمات

حضور آ قا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کو گھاٹی سے نکلے چند ہی روز ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالبؓ فوت ہو گئے۔ ابھی یہ غم تازہ ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ بھی فوت ہو گئیں۔ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار اور غمگسار تھے، اِن کی وفات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس سال کو 'عام الحزن' (غم کا سال) قرار دے دیا۔

سفرِ طائف

حضور آ قا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا حضرت ابوطالبؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد قریش کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیحد ستانے لگے۔ اُن کی یہ ہٹ دھرمی دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آس پاس کے قبیلوں کو اسلام کی طرف بلانے کا فیصلہ کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا، لیکن اُنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اُڑایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھر مار مار کر شدید زخمی کر دیا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مکّہ مکرّمہ تشریف لے آئے۔

معراج

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک رات آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السّلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کریم کی طرف سے معراج کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لے گئے اور مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیائے کرام علیہم السّلام کو نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتوں آسمانوں کی سیر کرتے اور جنّت کی نعمتوں اور دوزخ کی مصیبتوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اللہ کریم کے قرب میں پہنچے اور اِنعامات و اِکرامات سے سرفراز ہوئے۔

بیعتِ عقبہ

بعثت کے گیارھویں سال حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے بلاتے عقبہ کے مقام پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات مدینہ منوّرہ سے آئے ہوئے چھ آدمیوں سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں

اسلام کی طرف بلایا تو اُنھوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ کی بیعت کر لی۔ بعثت کے بارھویں سال مدینۂ منوّرہ سے بارہ آدمی مکّۂ مکرّمہ آئے اور عقبہ ہی میں ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے اُن سے بھی ملاقات کی اور اُنھیں بھی اسلام کی طرف بلایا تو اُنھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ کی بیعت کر لی۔ آپ ﷺ نے اُن کی خواہش پر اپنے ایک پیارے ساتھی حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اُن کے ساتھ مدینۂ منوّرہ بھیج دیا تاکہ وہ اُنھیں دین کی باتیں سکھائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ اُن کی کوششوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ بعثت کے تیرھویں سال مدینۂ منوّرہ سے تہتّر مرد اور دو عورتیں مکّۂ مکرّمہ آئیں۔ یہ لوگ بھی عقبہ ہی میں ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے اِن سے بھی ملاقات کی۔ اِنھوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ (ﷺ) ہمارے پاس تشریف لے آئیں، ہم آپ (ﷺ) کی مدد کریں گے۔ آپ ﷺ نے اِن کی یہ پیشکش قبول کر لی اور یہ خوش خوش واپس چلے گئے۔ اللّٰہ کریم نے آپ ﷺ کی مدد کرنے والے مدینۂ منوّرہ کے لوگوں کو 'انصار' کا لقب دیا۔

☆

ہجرت

جب حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مدینۂ منوّرہ میں اسلام کی نشو ونما کے لیے حالات سازگار محسوس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مدینۂ منوّرہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا، چنانچہ چند ایک کے سوا سب مسلمان آہستہ آہستہ مکّۂ مکرّمہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منوّرہ چلے گئے۔ اللّٰہ کریم نے اسلام کی خاطر وطن چھوڑنے والے مکّۂ مکرّمہ کے لوگوں کو 'مہاجرین' کا لقب دیا۔ مسلمانوں کو اِس طرح امن کی جگہ جاتے دیکھ کر قریش کو بہت غصّہ آیا، چنانچہ ایک روز اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ آج رات ہر خاندان کا ایک ایک آدمی آئے اور سب مل کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دیں۔ اِدھر اللّٰہ کریم نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ کے پاس بہت سے لوگوں کی امانتیں تھیں۔ آپ ﷺ نے وہ امانتیں اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ کے سپرد کیں اور فرمایا:

> علیؓ! مجھے ہجرت کا حکم ملا ہے، لہٰذا میں آج رات مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے بستر پر سو جانا اور کل صبح سب کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آجانا۔

رات کو قریش نے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، لیکن اللّٰہ کریم نے اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آپ ﷺ اُن کے درمیان سے گزر کر اپنے ایک پیارے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اُنھیں ساتھ لے کر غارِ ثور میں چھپ گئے۔ اُدھر قریش نے آپ ﷺ کے بستر پر حضرت علیؓ کو دیکھا تو سمجھ گئے

کہ آپ ﷺ بچ کر نکل گئے ہیں۔ اُنھوں نے آپ ﷺ کی تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیے۔ کچھ آدمی غار کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ اُن کی آہٹ سن کر گھبرا گئے اور عرض کیا:

یارسول اللّٰہ (ﷺ)! ہمارے دشمن آ گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

گھبراؤ نہیں، اللّٰہ ہمارے ساتھ ہے۔

اللّٰہ کریم کی قدرت کہ وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے اور واپس چلے گئے۔ آپ ﷺ چوتھے روز غار سے نکلے اور مدینۂ منوّرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک جگہ آپ ﷺ ایک نیک خاتون حضرت اُمِّ معبدؓ کے گھر کچھ دیر ٹھہرے اور پھر آگے بڑھ گئے۔ چند روز کے سفر کے بعد آپ ﷺ ۸ ربیع الاوّل ۱ ہجری / ۲۰ ستمبر ۶۲۲ عیسوی کو پیر کے روز دوپہر کے وقت قبا کے مقام پر پہنچے اور ایک نیک آدمی حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے ہاں ٹھہرے۔ تیسرے روز حضرت علیؓ بھی آپ ﷺ سے آ ملے۔ آپ ﷺ نے وہاں ایک مسجد بنائی۔ یہ مسجد 'مسجدِ قبا' کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ ﷺ وہاں سے مدینۂ منوّرہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا، چنانچہ آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ آگے بڑھ کر شہر میں داخل ہوئے تو ہر طرف جشن کا سماں تھا۔ مرد راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر نعرے لگا رہے تھے:

اللّٰہ اکبر، محمد ﷺ تشریف لائے! اللّٰہ اکبر، نبی اللّٰہ ﷺ تشریف لائے! اللّٰہ اکبر، رسول اللّٰہ ﷺ تشریف لائے!

عورتیں مکانوں کی چھتوں پر کھڑی ہو کر نغمے گا رہی تھیں:

چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے وداع کی پہاڑیوں سے،
ہم پر شکر واجب ہے جب تک بلانے والا اللّٰہ کی
طرف بلائے، اے ہم میں مبعوث ہونے والے! آپ
واجب الاطاعت امر لے کر تشریف لائے ہیں۔

ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے گھر میں قیام فرمائیں۔ لوگ راستے میں جگہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کرتے:

یا رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! ہمارے ہاں قیام فرمائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے:

میری اونٹنی کو چھوڑ دو، یہ اللّٰہ کی طرف سے مامور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی ایک نیک آدمی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان کے سامنے ایک میدان میں رُکی اور وہیں بیٹھ گئی۔ وہ بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے گھر لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چند ماہ اُن کے ہاں قیام فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رہنے کے لیے مکان بن گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس میں تشریف لے آئے۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اقامت گاہ کے قریب کچھ زمین خالی پڑی تھی۔ یہ دو نیک بچوں حضرت سہلؓ اور حضرت سہیلؓ کی ملکیت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے یہ زمین خرید کر وہاں ایک مسجد بنائی۔ یہ مسجد 'مسجدِ نبوی' کے نام سے مشہور ہوئی۔

مواخات

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے چند ماہ بعد مہاجرین اور انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں سے بہت اچھا سلوک کیا اور اُنھیں اپنے مال و دولت، زمین و جائداد اور کھیتی باڑی میں برابر کا شریک بنالیا۔

میثاقِ مدینہ

مدینہ منوّرہ میں بہت سے یہودی بھی آباد تھے۔ یہ بڑے دولت مند لوگ تھے۔ حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے چند ماہ بعد اُن سے ایک معاہدہ کیا۔ اِس معاہدے کو 'میثاقِ مدینہ' کہا جاتا ہے۔ اِس معاہدے کی بڑی بڑی شقیں یہ تھیں:

- ☆ یہودی اور مسلمان ایک قوم شمار ہوں گے۔
- ☆ دونوں کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔
- ☆ کوئی دشمن شہر پر حملہ کرے گا تو دونوں مل کر اُس کا مقابلہ کریں گے۔

اِس معاہدے سے مدینہ منوّرہ کی فضا بہت خوش گوار ہوگئی۔

منافقین

مدینہ منوّرہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، لیکن حقیقت میں وہ اسلام کے خلاف تھے۔ اللّٰہ کریم نے اُن لوگوں کو 'منافقین' کا لقب دیا۔ اُن کا سردار ایک دولت مند شخص عبداللّٰہ بن اُبَیّ تھا۔ حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ

وآلہ وسلّم کے مدینۂ منوّرہ تشریف لانے سے پہلے لوگوں نے اُسے اپنا بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد یہ معاملہ ختم ہو گیا، اِس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت حسد کرتا تھا۔

غزوۂ بدر

مسلمانوں کے مدینۂ منوّرہ آجانے کے بعد بھی قریش اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ اُنھوں نے منافقین کو پیغام بھیجا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دو۔ مسلمان چوکس تھے، لہٰذا منافقین کامیاب نہ ہو سکے۔ اب وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اَور تدبیریں سوچنے لگے۔ حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کو قریش کے بُرے ارادوں کا علم تھا، اِس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستے اِدھر اُدھر بھیجتے رہتے تھے تاکہ وہ کوئی شرارت نہ کرسکیں۔ پھر بھی ایک مرتبہ قریش کا ایک آدمی مدینۂ منوّرہ کی ایک چراگاہ سے مسلمانوں کے بہت سے اونٹ پکڑ کر لے گیا۔ اُس کے چند ماہ بعد مسلمانوں کے ایک دستے کی قریش کے ایک قافلے سے جھڑپ ہوگئی جس میں قریش کا ایک آدمی مارا گیا اور دو گرفتار ہو گئے۔ اب قریش نے مدینۂ منوّرہ پر حملہ کرنے کا پکّا ارادہ کرلیا، چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال رمضان الکریم کے مہینے میں اُن کے ایک ہزار آدمی ابوجہل کی قیادت میں مدینۂ منوّرہ کی طرف بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطّلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سَو تیرہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر اُن کے مقابلے کے لیے نکلے۔ بدر کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہؤا۔ پہلے انفرادی مقابلے ہوئے، قریش کی طرف سے عتبہ، اُس کا بھائی شیبہ اور اُس کا بیٹا ولید اور مسلمانوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد

بھائی حضرت علیؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک قریبی عزیز حضرت عبیدہ بن حارثؓ میدان میں نکلے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے عتبہ اور ولید کو قتل کر دیا، لیکن حضرت عبیدہؓ شیبہ سے زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو بھی قتل کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو میدان سے اُٹھا لائے۔ اِس کے بعد اجتماعی جنگ شروع ہوگئی۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے اور اپنے سے تین گُنا قریش کو کچل کر رکھ دیا۔ اُن کے ستّر آدمی مارے گئے جن میں بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے۔ ابوجہل کو دو نیک بچّوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ نے قتل کیا۔ ستّر آدمیوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ اُنھوں نے اُنھیں بڑے آرام سے رکھا، جو کچھ گھروں میں پکتا، وہ لا کر اُن کے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں کھا کر گزارا کر لیتے۔ دولت مند قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا گیا۔ پڑھے لکھے غریب قیدیوں سے کہا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچّوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو اُنھیں آزاد کر دیا جائے گا۔ جو قیدی غریب تھے اور پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتے تھے، اُنھیں ویسے ہی آزاد کر دیا گیا۔

غزوۂ اُحد

ہجرت کے تیسرے سال شوال المکرّم کے مہینے میں قریش کے تین ہزار آدمی ابوسفیان کی قیادت میں بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے مدینۂ منوّرہ کی طرف بڑھے۔ حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اطّلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر اُن کے مقابلے کے لیے نکلے۔ راستے میں عبداللہ بن اُبَیّ تین سَو منافقین کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صرف سات سَو مسلمان رہ گئے۔ جبلِ اُحد کے دامن میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ پہاڑ کی پشت کی طرف سے

قریش کے حملے کا خطرہ تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے پچاس مسلمانوں کو ایک گھاٹی پر متعیّن کر دیا۔ پہلے ایک ایک دو دو آدمیوں نے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا اور پھر اجتماعی جنگ شروع ہو گئی۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ، آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ، آپ ﷺ کے ایک پیارے ساتھی حضرت ابو دجانہ انصاریؓ اور دوسرے بہادر مسلمانوں نے اپنے سے چار گُنا قریش کے چھکّے چھڑا دیے اور اُنھیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ گھاٹی پر متعیّن مسلمانوں نے خیال کیا کہ اب یہاں کھڑے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، چنانچہ وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ یہ دیکھ کر قریش کے ایک دستے نے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اُن کے جو آدمی بھاگے جا رہے تھے، اب وہ بھی پلٹ پڑے اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت حمزہؓ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے کہ ایک حبشی غلام وحشی نے چھپ کر اُن پر نیزہ پھینکا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ایک کافر نے آپ ﷺ پر پتھّر پھینکا جس سے آپ ﷺ کا ایک دانت شہید ہو گیا۔ ایک اَور کافر نے تلوار کا وار کر کے آپ ﷺ کو شدید زخمی کر دیا۔ اِتنے میں کسی نے افواہ اُڑا دی کہ محمد (ﷺ) شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر مسلمان حواس باختہ ہو گئے، لیکن کچھ دیر بعد اُنھوں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور سمٹ کر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ اُنھیں ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ قریش نے بھی پہاڑ پر چڑھنا چاہا، لیکن مسلمانوں نے پتھّر برسا کر اُنھیں پیچھے ہٹا دیا اور وہ میدان چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

مسلمانوں کا قتل

ہجرت کے چوتھے سال صفر المظفّر کے مہینے میں قبیلۂ عضل اور قبیلۂ قارہ کے

چند آدمی مدینۂ منوّرہ آئے اور حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم سے درخواست کی کہ ہمارے قبیلوں نے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم چند مسلمانوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیں جو اُنھیں اسلام کی باتیں سکھائیں۔ آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے دس پیارے ساتھی اُن کے ساتھ بھیج دیے۔ جب یہ مسلمان رجیع کے مقام پر پہنچے تو قبیلۂ بنولحیان کے تیر اندازوں نے اِنھیں گھیر لیا۔ اِنھوں نے مقابلہ کیا، لیکن حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت زید بن دشنہؓ کے سوا سب شہید ہوگئے۔ کافروں نے اِنھیں گرفتار کرلیا اور مکّۂ مکرّمہ لے جا کر قریش کے پاس فروخت کر دیا۔ قریش نے اِنھیں کچھ عرصے قید رکھا اور پھر بڑی بیدردی سے شہید کر دیا۔ اُنھی دنوں قبیلۂ کلاب کا ایک سردار مدینۂ منوّرہ آیا اور آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم سے درخواست کی کہ آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم چند مسلمانوں کو میرے ساتھ بھیج دیں جو میرے قبیلے میں اسلام پھیلائیں۔ آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے ستّر پیارے ساتھی اُس کے ساتھ بھیج دیے۔ جب یہ مسلمان معونہ کے کنْویں پر پہنچے تو قبیلۂ بنو عامر کے تیر اندازوں نے اِنھیں گھیر لیا۔ اِنھوں نے مقابلہ کیا، لیکن حضرت کعب بن زیدؓ کے سوا سب شہید ہوگئے۔ یہ مدینۂ منوّرہ پہنچے اور آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے ساتھیوں کی مظلومیت کی داستان سنائی۔

غزوۂ خندق

یہودیوں نے مسلمانوں سے امن کا معاہدہ تو کر رکھا تھا، لیکن اُن کے دل میں کھوٹ تھا اور وہ مسلمانوں کے خلاف شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ جب اُن کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کے ایک قبیلے بنونضیر کا محاصرہ کرلیا۔ اُنھوں نے پندرہ روز کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے

اُنھیں مدینۂ منوّرہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ یہ لوگ مدینۂ منوّرہ سے نکل کر خیبر چلے گئے اور وہاں سے سارے عرب میں مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا دیا اور قریش اور کئی دوسرے قبیلوں کو مسلمانوں سے لڑنے پر اُبھارا۔ اِس طرح سارے اسلام دشمن گروہوں نے مل کر ایک بہت بڑا لشکر تیّار کر لیا، چنانچہ ہجرت کے پانچویں سال شوال المکرّم کے مہینے میں یہ لشکر ابوسفیان کی قیادت میں مدینۂ منوّرہ کی طرف بڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک پیارے ساتھی حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ شہر کے گرد خندق کھود کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو خندق کھودنے کا حکم دے دیا، چنانچہ تین ہزار مسلمانوں نے چند روز میں بڑی لمبی، چوڑی اور گہری خندق کھود لی۔ کافروں نے مدینۂ منوّرہ کا محاصرہ کر لیا اور خندق پار کرنے کی کوشش کی، لیکن مسلمانوں نے تیر اور پتّھر برسا کر اُنھیں پیچھے ہٹا دیا۔ ایک روز ایک نامور بہادر عمرو بن عبدِوُدّ نے خندق پار کر لی اور مسلمانوں کو للکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں کو سب سے بڑا خطرہ شہر میں آباد یہودیوں کے ایک قبیلے بنو قریظہ سے تھا جو درپردہ دشمن سے مل گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں کسی شرارت سے روکنے کے لیے دو سَو مسلمان اُن کے محلّے پر متعیّن کر دیے۔ اللّٰہ کریم کی قدرت کہ چند روز بعد کافروں میں پھوٹ پڑ گئی اور پھر ایک رات ایسی تیز آندھی چلی کہ اُن کے خیمے اُکھڑ گئے اور کھانے پینے کا سامان بکھر گیا۔ اِس سے وہ گھبرا گئے اور واپس چلے گئے۔ دوسرے روز مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ اُنھوں نے پچّیس روز کے بعد ہتھیار ڈال دیے، چنانچہ مردوں کو بغاوت کے جرم میں قتل کر دیا گیا اور عورتوں اور بچّوں کو قید کر لیا گیا۔

صلحِ حدیبیہ

مسلمانوں کو خانۂ کعبہ سے بڑی محبّت تھی۔ وہ چھ سال سے اُس کی زیارت کے لیے تڑپ رہے تھے۔ ہجرت کے چھٹے سال ذی القعدہ کے مہینے میں حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چودہ سَو مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینۂ منوّرہ سے روانہ ہوئے۔ قریش کو پتا چلا تو وہ مرنے مارنے پر تیّار ہو گئے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا اور اُنھیں پیغام بھیجا کہ ہم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے، بلکہ عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے ایک آدمی کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے اُس سے بھی وہی کہا جو اپنے پیغام میں کہا تھا۔ وہ واپس گیا اور اُن سے کہا:

> بھائیو! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، مگر میں نے کسی بادشاہ کی اُس کی قوم میں اِتنی عزّت نہیں دیکھی، جتنی محمد (ﷺ) کی اُن کے ساتھیوں میں دیکھی ہے۔ میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ تم اُن سے صلح کرلو۔

اُنھوں نے اُس کی بات نہ مانی اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک پیارے ساتھی حضرت عثمانؓ کو اُن کے پاس بھیجا، لیکن اُنھوں نے اُنھیں اپنے پاس روک لیا۔ اِدھر حدیبیہ میں افواہ پھیل گئی کہ عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سنا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے تمام پیارے ساتھیوں سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ اِس بیعت کو 'بیعتِ رضوان' کہا جاتا ہے۔ قریش کو پتا چلا تو

اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چند شرائط پر دس سال کے لیے صلح کر لی۔ اِس صلح کو 'صلحِ حدیبیہ' کہا جاتا ہے۔ اِس صلح کی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں:

☆ مسلمان اِس سال عمرہ کیے بغیر واپس جائیں گے اور اگلے سال آئیں گے، مگر اُن کے پاس نیام میں ڈالی ہوئی تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار نہ ہوگا۔
☆ قریش کا کوئی آدمی مدینہ جائے گا تو اُسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مسلمان مکّہ آ جائے گا تو اُسے واپس نہیں کیا جائے گا۔
☆ عرب کے قبیلوں کو اختیار ہوگا کہ وہ قریش اور مسلمانوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستانہ تعلّقات قائم کر لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چند روز وہاں ٹھہرے اور پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

بادشاہوں کو دعوتِ اسلام

ہجرت کے ساتویں سال محرّم الحرام کے مہینے میں حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے چند پیارے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط دے کر عرب کے رئیسوں اور ہمسایہ ملکوں کے بادشاہوں کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرو بن اُمیّہؓ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے پاس خط لے کر گئے۔ اُس نے بڑے اَدب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خط کو آنکھوں سے لگایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس خط لے کر گئے۔ اُس نے اسلام تو قبول نہ کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خط کا بڑا احترام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بہت سے تحائف بھیجے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ ایران کے مجوسی بادشاہ خسرو پرویز کے پاس خط لے کر گئے۔ وہ بڑا مغرور

اور بدتمیز فرمانروا تھا، اُس نے آپ ﷺ کا خط پھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت دحیہ کلبیؓ روم کے عیسائی بادشاہ ہرقل کے پاس خط لے کر گئے۔ اُس نے خط پڑھ کر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اگر عرب کا کوئی آدمی یہاں موجود ہو تو اُسے میرے سامنے پیش کرو۔ اتفاق سے اُس وقت ابوسفیان تجارت کے سلسلے میں وہاں موجود تھا، اُنھوں نے اُسے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اُس سے آپ ﷺ کے بارے میں بہت سے سوالات کیے۔ اُسے بادشاہ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہ ہوئی اور اُس نے صاف صاف کہا:

محمد (ﷺ) کا خاندان نہایت شریف ہے، اُنھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، وہ ایک اللّٰہ کو ماننے، نماز پڑھنے، سچ بولنے اور پرہیز گاری اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا:

اگر میں وہاں ہوتا تو اُن کے پاؤں دھوتا۔

اُس کی یہ بات اُس کے درباریوں کو اچھی نہ لگی، وہ بھی اُن کی ناراضی بھانپ گیا اور چپ ہو گیا۔ جب وہ دربار سے چلے گئے تو اُس نے حضرت دحیہ کلبیؓ سے کہا:

میں جانتا ہوں کہ تمھارے پیغمبر (ﷺ) اپنے دعوے میں سچے ہیں، لیکن میں بغاوت کے خوف سے اُن کا دین اختیار نہیں کر سکتا۔

عرب کے جن رئیسوں کے پاس آپ ﷺ کے خطوط گئے، اُن میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض اپنے مذہب پر قائم رہے۔

غزوۂ خیبر

یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز خیبر تھا۔ وہاں اُن کے بڑے بڑے قلعے تھے اور اُن میں ہزاروں آدمی رہتے تھے۔ وہ اسلام کے شدید دشمن تھے اور عرب کے ایک بڑے قبیلے بنو غطفان کو ساتھ ملا کر مدینۂ منوّرہ پر حملہ کرنے کی تیّاری کر رہے تھے۔ حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اطّلاع ملی تو آپ ﷺ سولہ سَو مسلمانوں کو ساتھ لے کر اُن کے استیصال کے لیے روانہ ہوئے۔ مسلمانوں نے خیبر پہنچتے ہی یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ دوسرے سارے قلعے تو ایک ایک کر کے فتح ہو گئے، لیکن ایک قلعہ 'قموص' فتح نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ کے کئی پیارے ساتھیوں نے باری باری اُس قلعے پر حملہ کیا، مگر فتح نہ کر سکے۔ ایک روز شام کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا:

میں کل اُس شخص کو علم دوں گا جس سے اللّٰہ اور رسول
محبّت کرتے ہیں اور جس کے ذریعے یہ قلعہ فتح ہو گا۔

دوسرے روز صبح کے وقت آپ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو علم دے کر قلعے پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ قلعے کی طرف بڑھے تو ایک نامور بہادر مرحب جو شیلے شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ اُنھوں نے اُسے قتل کر دیا اور قلعے کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور مسلمانوں کے قیدی بن گئے۔ مسلمانوں کو یہودیوں پر بہت غصّہ تھا، لیکن آپ ﷺ نے اُنھیں چند شرائط پر معاف کر دیا اور واپس مدینۂ منوّرہ تشریف لے آئے۔

یہ غزوہ ہجرت کے ساتویں سال محرّم الحرام کے مہینے میں پیش آیا۔

سریۂ موتہ

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بادشاہوں اور رئیسوں کو خطوط لکھے

تو ایک خط اپنے ایک پیارے ساتھی حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کے ذریعے بصرہ کے حاکم کو بھی بھیجا۔ وہ خط پہنچا کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں بلقا کے حاکم شرحبیل نے اُنھیں شہید کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت دُکھ ہوا، چنانچہ ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاولیٰ کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ایک غلام حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں تین ہزار مسلمان اُن کا بدلہ لینے کے لیے بھیجے۔ شرحبیل کو پتا چلا تو وہ ایک لاکھ آدمیوں کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے نکلا۔ موتہ کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے اور بہت سے کافر قتل کر دیے، لیکن وہ مسلمانوں سے تینتیس گُنا تھے، اِس لیے اُن پر کوئی اثر نہ پڑا۔ حضرت زید بن حارثہؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے قیادت سنبھال لی، وہ بھی شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک پیارے ساتھی حضرت عبداللّٰہ بن رواحہؓ نے قیادت سنبھال لی اور وہ بھی شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک اَور پیارے ساتھی حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیادت سنبھال لی اور اِس جوش سے لڑے کہ کافروں کو پیچھے دھکیل دیا اور مسلمانوں کو بچا لائے۔

فتحِ مکّہ

صلحِ حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ جو قبیلے قریش کے دوست بننا چاہیں وہ قریش کے دوست بن جائیں اور جو قبیلے مسلمانوں کے دوست بننا چاہیں وہ مسلمانوں کے دوست بن جائیں، اور جس طرح قریش اور مسلمان دس سال تک ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے، اُسی طرح اُن کے دوست قبیلے بھی ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے۔ اِس معاہدے کے مطابق عرب کا ایک قبیلہ بنوخزاعہ مسلمانوں کا دوست بن گیا اور دوسرا قبیلہ

بنوبکر قریش کا دوست بن گیا۔ اِن دونوں قبیلوں میں ایک عرصے سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ ڈیڑھ دو سال تک تو وہ امن وسکون سے رہے، پھر ایک روز بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا اور اُن کے بہت سے آدمی قتل کر دیے۔ قریش نے بھی بنوبکر کا ساتھ دیا۔ بنوخزاعہ کے چند آدمی مدینۂ منوّرہ آئے اور حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کو بنوبکر اور قریش کے ظلم کی داستان سنائی۔ آپ ﷺ کو بہت دکھ ہُوا اور آپ ﷺ نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ یا تو بنوخزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کرو یا بنوبکر کا ساتھ چھوڑ دو، اور اگر یہ دونوں شرطیں قبول نہیں ہیں تو صلحِ حدیبیہ کے خاتمے کا اعلان کر دو۔ اُنھوں نے بڑے غرور سے صلحِ حدیبیہ کے خاتمے کا اعلان کر دیا، لیکن بعد میں وہ بہت پچھتائے اور ابوسفیان کو صلح کی تجدید کے لیے آپ ﷺ کے پاس مدینۂ منوّرہ بھیجا، مگر آپ ﷺ آمادہ نہ ہوئے اور مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا، چنانچہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان الکریم کے مہینے میں آپ ﷺ دس ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینۂ منوّرہ سے روانہ ہوئے اور مرّالظہران کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ قریش کو پتا چلا تو اُنھوں نے ابوسفیان کو صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ اتّفاق سے اُسے راستے میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ مل گئے۔ اُنھوں نے اُسے بتایا کہ مسلمان آ گئے ہیں، لہٰذا اب قریش کی خیر نہیں۔ وہ گھبرا گیا اور اُن سے پوچھا کہ اب کیا کریں۔ اُنھوں نے کہا کہ تم میرے ساتھ آؤ۔ وہ اُن کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں آپ ﷺ کے ایک پیارے ساتھی حضرت عمرؓ نے اُسے دیکھ لیا اور تلوار نکال کر اُس پر جھپٹے، لیکن حضرت عباسؓ نے اُسے بچا لیا اور لے جا کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ اُس نے مسلمانوں کو بہت ستایا تھا، لیکن جب اُس نے آپ ﷺ کے سامنے اپنی خطاؤں پر ندامت کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے اُسے معاف کر دیا۔ دوسرے روز آپ ﷺ بڑی شان وشوکت سے مکّۂ مکرّمہ میں داخل ہوئے۔ قریش

کومقابلہ کرنے کی ہمّت نہ ہوئی، البتّہ اُن کے کچھ جوشیلے جوانوں نے مسلمانوں کے ایک دستے کوروکا اور دو مسلمانوں کو شہید کر دیا، لیکن جب مسلمان تلواریں نکال کر اُن پر جھپٹے تو وہ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آپ ﷺ نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور قریش کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

اُنھوں نے کہا:

آپ (ﷺ) ہمارے کریم بھائی کے بیٹے اور کریم بھائی ہیں، ہمیں آپ (ﷺ) سے خیر اور بھلائی کی توقّع ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ جاؤ، تم سب آزاد ہو۔

یہ وہی لوگ تھے جو سال ہا سال تک آپ ﷺ کو ستاتے رہے تھے اور کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو اُنھوں نے مسلمانوں پر نہ کیا ہو، یہاں تک کہ اُنھیں گھر بار اور شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا، لیکن آپ ﷺ تمام کائنات کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے تھے، لہٰذا آپ ﷺ نے اُن خون کے پیاسوں کو بھی معاف کر دیا۔ اِس کا اثر یہ ہُوا کہ چند ایک کے سوا سب مسلمان ہو گئے۔

غزوۂ حنین

مسلمانوں نے مکّۂ مکرّمہ فتح کیا تو طائف کے دو جنگجو قبیلے بنو ہوازن اور بنو ثقیف بھڑک اُٹھے اور اُنھوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیّار کر کے مسلمانوں پر حملہ

کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ابھی مکّۂ مکرّمہ ہی میں تھے۔ آپ ﷺ کو اطّلاع ملی تو آپ ﷺ بارہ ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر اُن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب مسلمان حنین کے مقام پر پہنچے تو گھاٹیوں میں چھپے ہوئے کافروں نے اُن پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ اِس اچانک حملے سے وہ گھبرا گئے اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، مگر آپ ﷺ اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ اور چند دوسرے بہادر مسلمانوں کے ساتھ عزم و استقلال سے کھڑے رہے اور یہ رجز پڑھتے رہے:

میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمُطّلِب کا
فرزند ہوں۔

آپ ﷺ کی اِس بے مثال جرأت وشہامت سے مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے اور وہ اِس جوش سے لڑے کہ کافروں کو کچل کر رکھ دیا۔ کچھ کافر بھاگ کر طائف کے قلعے میں چلے گئے۔ آپ ﷺ نے اُس کا محاصرہ کر لیا، لیکن بیس روز کے بعد یہ محاصرہ ختم کر دیا اور واپس مدینۂ منوّرہ تشریف لے آئے۔

یہ غزوہ ہجرت کے آٹھویں سال شوال المکرّم کے مہینے میں پیش آیا۔

غزوۂ تبوک

ہجرت کے نویں سال رجب المرجب کے مہینے میں شام کے کچھ سوداگر مدینۂ منوّرہ آئے اور مسلمانوں کو بتایا کہ روم کا بادشاہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ عرب پر حملہ کرنے والا ہے۔ حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ سنا تو آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ آپ ﷺ تیس ہزار مسلمانوں کو

ساتھ لے کر مدینۂ منوّرہ سے روانہ ہوئے اور تبوک پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے پر دشمن کا کوئی لشکر تو نہ آیا، البتّہ آس پاس کے بعض عیسائی حاکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خراج دینے کا عہد کر کے اطاعت قبول کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز وہاں ٹھہرے اور پھر واپس مدینۂ منوّرہ تشریف لے آئے۔

اسلامی سلطنت کی بنیاد

مسلمانوں کی مسلسل فتوحات سے سارے عرب پر اسلام کا رعب چھا گیا اور تمام قبیلوں نے اسلام کی طاقت کے سامنے سر جھکا دیے۔ ہجرت کے نویں سال اُنھوں نے اِتنی کثرت سے اپنے نمائندے اور قاصد حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں مدینۂ منوّرہ بھیجے کہ اُس سال کا نام ہی 'عام الوفوذ' (وفود کا سال) پڑ گیا۔ یہ نمائندے اور قاصد اپنے قبیلوں کی طرف سے اسلام قبول کرنے اور اطاعت کا اظہار کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ یہودی، عیسائی اور چند دوسرے بدقسمت لوگ جو اسلام کی دولت حاصل نہ کر سکے تھے، اب اُن کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اِس طرح سارے عرب پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت قائم ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر علاقے میں اپنے حاکم مقرّر کر کے اسلام کے احکام جاری کر دیے اور ہر قسم کی برائیوں کا خاتمہ کر دیا۔

حجّۃ الوداع

ہجرت کے دسویں سال ذی القعدہ کے مہینے میں حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے حج کرنے کا ارادہ فرمایا، چنانچہ چھبّیس ذی القعدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاکھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینۂ منوّرہ سے روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر

رات گزاری۔ دوسرے روز آپ ﷺ نے غسل کر کے احرام باندھا اور اونٹنی پر سوار ہو کر لبیک پکارا:

ہم حاضر ہیں، اے اللہ! ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، ہم حاضر ہیں۔ تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور بادشاہت بھی تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

راستے میں اَور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ملتے جاتے تھے۔ پانچ ذی الحجّہ کو آپ ﷺ مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوئے اور خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر آپ ﷺ نے مقامِ ابراہیمؑ میں دو رکعت نماز پڑھی اور کوہِ صفا پر چڑھ کر فرمایا:

اللّٰہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام گروہوں کو شکست دی۔

آٹھ ذی الحجّہ کو آپ ﷺ نے منٰی کے مقام پر قیام فرمایا۔ نو ذی الحجّہ کو آپ ﷺ عرفات کے میدان میں تشریف لائے اور ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا:

اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو، کیونکہ شاید میں اِس مقام پر پھر کبھی تم سے نہ مل سکوں۔ لوگو! جس طرح تم اِس دن، اِس مہینے اور اِس مقام کا احترام کرتے ہو، اِسی طرح ایک دوسرے کے خون، مال اور آبرو کا احترام کرو،

اللّٰہ تم سے تمھارے اعمال کا حساب لے گا۔ خبردار، میرے بعد نیکی کے راستے سے بھٹک نہ جانا کہ ایک دوسرے کا خون بہانے لگو۔ عورتوں سے نرمی سے پیش آنا اور غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یاد رکھو، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور وہ مٹّی سے بنے تھے۔ تم میں زیادہ عزّت والا وہی ہے جو اللّٰہ سے زیادہ ڈرنے والا اور پرہیز گار ہے۔ لوگو! جو کام کرو، سچّے دل سے کرو اور آپس میں اتفاق رکھو۔

خطبے کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا:

اگر تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟

اُنھوں نے عرض کیا:

ہم کہیں گے کہ آپ (ﷺ) نے اللّٰہ کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا:

اے اللّٰہ ! گواہ رہنا، اے اللّٰہ ! گواہ رہنا، اے اللّٰہ !

گواہ رہنا۔

اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کی باقی شرائط پوری کیں اور مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں غدیرِ خم کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا:

اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، ممکن ہے کہ اللّٰہ کا فرستادہ جلد آ جائے اور مجھے اُس کے ساتھ جانا پڑے۔ میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ایک اللّٰہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور دوسرے میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمھیں اللّٰہ کی یاد دلاتا ہوں۔ لوگو! جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علیؑ بھی مولا ہے۔ اے اللّٰہ! جو علیؑ سے محبّت رکھے، اُس سے محبّت رکھ! اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے، اُس سے دشمنی رکھ!

اُس وقت قرآنِ کریم کی یہ آیتِ مقدّسہ نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝

آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمّل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو بحیثیتِ دین پسند کر لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیئیس ذی الحجّہ کو ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے، رات وہیں گزاری،

اور دوسرے روز صبح کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

وصال

ہجرت کے گیارھویں سال صفر المظفر کے مہینے میں حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک روز آدھی رات کے وقت ایک قبرستان 'جنّت البقیع' میں تشریف لے گئے اور مرحومین کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر تشریف لائے تو سر میں درد ہونے لگا اور بخار ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس حالت میں بھی پانچوں نمازوں کے لیے مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ ایک روز نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا:

> اے لوگو! اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو قبول کر لے اور چاہے تو اللہ کے پاس جا کر ملنے والی نعمتوں کو قبول کر لے۔ اُس بندے نے اللہ کے پاس جا کر ملنے والی نعمتیں قبول کی ہیں۔ دیکھو، میرا نام لے کر کسی چیز کو حلال اور حرام نہ کہنا۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو اللہ نے حلال کی ہے اور وہی چیز حرام کی ہے جو اللہ نے حرام کی ہے۔ میرے بعد دوسرے لوگ بڑھتے جائیں گے، لیکن انصار کم ہوتے جائیں گے۔ اے مہاجرین! اِن سے اچھا سلوک کرنا۔ میرے خاندان کی عزّت کا بھی خیال رکھنا۔

اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر تشریف لے آئے۔ بیماری میں کمی بیشی ہوتی

رہی۔ ایک روز صبح کے وقت آپ ﷺ کی طبیعت کچھ بہتر تھی، آپ ﷺ نے گھر کا پردہ اُٹھا کر مسجد کی طرف دیکھا تو مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور پردہ گرادیا۔ جیسے جیسے دن چڑھتا گیا، آپ ﷺ پر غشی طاری ہوتی گئی۔ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ آپ ﷺ کی یہ نقاہت دیکھ کر بے قرار ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اُنھیں تسلّی دی اور کچھ ضروری وصیّتیں فرمائیں۔ آپ ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی یہ کیفیت دیکھ کر رو پڑیں اور کہا:

ہائے میرے ابّا جان کی بے چینی!

آپ ﷺ نے اُن کے آنسو پونچھے اور فرمایا:

بیٹی! آج کے بعد تمھارا باپ بے چین نہ ہوگا۔

آپ ﷺ کے پیارے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر افسردہ ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اُنھیں نہایت محبّت و شفقت سے سینے سے لگالیا اور بہت دیر تک چومتے رہے۔ سہ پہر کے وقت آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھائی اور تین بار فرمایا:

بس، اب سب سے بڑے ساتھی کے پاس! بس، اب
سب سے بڑے ساتھی کے پاس! بس، اب سب سے
بڑے ساتھی کے پاس!

اور پھر آپ ﷺ کی روح سب سے بڑے ساتھی اللّٰہ کریم کے پاس چلی گئی۔
یہ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری کی یکم اور مئی ۶۳۲ عیسوی کی پچّیس تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک تریسٹھ سال تھی۔
آپ ﷺ کے وصال کی خبر سن کر مسلمانوں پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا، ہر گھر سے

رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور آفاق واطراف تاریک ہو گئے۔ دوسرے روز حضرت علیؑ اور چند دوسرے مسلمانوں نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کو غسل دیا اور تین سفید چادروں کا کفن پہنایا۔ پھر مردوں، عورتوں اور بچّوں نے باری باری گھر کے اندر جا کر نمازِ جنازہ پڑھی اور قبر نے بانہیں پھیلا کر آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کو آغوش میں لے لیا۔

صورت وسیرت

حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حسن و جمال اور شمائل واخلاق میں بے نظیر و بے مثال تھے۔ آپ ﷺ کا قد نہ زیادہ لمبا تھا اور نہ چھوٹا، بلکہ نہایت موزوں تھا۔ چہرہ نہ بالکل گول تھا اور نہ لمبا، بلکہ نہایت متناسب تھا۔ رنگ سرخ وسفید تھا، داڑھی گھنی تھی، گردن لمبی اور پتلی تھی، سر بڑا اور پیشانی چوڑی تھی، بال لمبے اور گھنے تھے، یہ نہ زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ سیدھے، بلکہ قدرے خم دار تھے، آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں، پلکیں لمبی تھیں، بھویں باریک تھیں، کان پتلے تھے، ناک پتلی اور اونچی تھی، ہونٹ سرخ تھے، دانت باریک اور چمک دار تھے اور اُن کے درمیان ہلکی ہلکی ریخیں تھیں، شانے گوشت سے بھرے ہوئے تھے اور اُن کے درمیان مُہرِ نبوّت تھی، کندھوں کی ہڈّیاں بڑی تھیں، سینہ کشادہ اور فراخ تھا، ہتھیلیاں چوڑی اور کلائیاں لمبی تھیں، کندھوں، کلائیوں اور سینے پر بال تھے، پاؤں کی ایڑیاں نازک اور تلوے گہرے تھے، جسم گُٹھا ہوُا تھا، مگر موٹا نہ تھا، جوڑ بند بہت مضبوط تھے، بدن کی جلد بہت نرم تھی۔ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اِتنے خوب صورت تھے کہ جو دیکھتا تھا، وہ دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ آپ ﷺ کے ایک قریبی عزیز حضرت ہند بن ابی ہالہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور

چمک دار تھا۔ آپ ﷺ کے ایک پیارے ساتھی حضرت ابو ہریرہ دوسیؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سامنے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج چمک رہا ہے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی، کبھی ہنستے تھے تو کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے، کسی کی طرف دیکھتے تھے تو پورا جسم موڑ کر دیکھتے تھے، صرف گردن موڑ کر نہ دیکھتے تھے، آواز بیحد شیریں تھی، گفتگو ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے اور ضرورت کے بغیر نہ بولتے تھے، چلتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اوپر سے نیچے کی طرف آ رہے ہیں، قدم ہلکے لیتے تھے اور جما کر رکھتے تھے، اکثر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے اور اُنھیں دونوں ہاتھوں سے گھیر کر بیٹھتے تھے، کبھی کبھی آلتی پالتی مار کر بھی بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ کا کھانا بہت سادہ ہوتا تھا، سرکہ، شہد، زیتون کا تیل، حلوہ اور کدّو بڑے شوق سے کھاتے تھے، اونٹ، دُنبے، بھیڑ، مرغ، خرگوش اور مچھلی کا گوشت بھی شوق سے کھاتے تھے، بکری کے شانے کا گوشت بھی رغبت سے کھاتے تھے، اکثر بغیر چھنے آٹے کی موٹی روٹی کھاتے تھے، جو کبھی جَو اور کبھی گندم کی ہوتی تھی، تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے، ستّو بھی استعمال فرماتے تھے، دودھ کبھی خالص اور کبھی پانی ملا کر پیتے تھے، ٹھنڈا پانی پی کر بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا لباس بہت سادہ، مگر نہایت صاف ستھرا ہوتا تھا، اکثر کُرتا اور تہبند پہنتے تھے اور اوپر سے دھاری دار چادر اوڑھ لیتے تھے، کبھی کبھی پاجامہ بھی پہنتے تھے، سفید رنگ کا لباس بہت پسند تھا، سبز اور زرد رنگ بھی پسند فرماتے تھے، عمامہ سیاہ رنگ کا ہوتا تھا، پاؤں میں چپّل پہنتے تھے۔ آپ ﷺ بان کی چارپائی پر سوتے تھے، بستر چمڑے کا ہوتا تھا، چٹائی اور خالی زمین پر بھی آرام فرما لیتے تھے، ہمیشہ دائیں کروٹ اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوتے تھے۔ آپ ﷺ نہایت سخی اور کریم تھے، کسی کی درخواست رد نہ کرتے تھے، مردوں کا احترام کرتے تھے، عورتوں

کی عزّت کرتے تھے، بچّوں سے پیار کرتے تھے، رشتے داروں سے اچھا سلوک کرتے تھے، ہمسایوں کا خیال رکھتے تھے، مہمانوں کی تواضع کرتے تھے، بیماروں کی عیادت کرتے تھے، غریبوں کی مدد کرتے تھے، بے سہاروں کا بوجھ اُٹھاتے تھے اور مصیبتوں میں سب کے کام آتے تھے۔

ازواج واولاد

حضور آقا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مختلف اوقات میں متعدّد نکاح کیے اور اللّٰہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کثیر اولاد سے نوازا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنتِ خویلدؓ سے نکاح کیا اور اُن کے شکم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار بیٹے حضرت قاسمؓ، حضرت عبداللّٰہؓ، حضرت طیّبؓ اور حضرت طاہرؓ اور چار بیٹیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیّہؓ، حضرت اُمِّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سودہ بنتِ زمعہؓ، حضرت عائشہ بنتِ ابی بکرؓ، حضرت حفصہ بنتِ عمرؓ، حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ، حضرت اُمِّ سلمہ بنتِ ابی اُمیہؓ، حضرت زینب بنتِ جحشؓ، حضرت جویریہ بنتِ حارثؓ، حضرت اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیانؓ، حضرت صفیہ بنتِ حییؓ، حضرت میمونہ بنتِ حارثؓ، حضرت ریحانہ بنتِ زیدؓ اور حضرت ماریہ بنتِ شمعونؓ سے نکاح کیے۔ حضرت ماریہؓ کے شکم سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک بیٹے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پانچوں بیٹے بچپن ہی میں فوت ہوگئے، البتّہ چاروں بیٹیاں پروان چڑھیں۔ حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ سے ہوا اور اُن کے ہاں ایک بیٹے حضرت علیؓ اور ایک بیٹی حضرت امامہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیّہؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں

آئیں۔ حضرت رقیہؓ کے ہاں ایک بیٹے حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے، جبکہ حضرت اُمِ کلثومؓ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت فاطمہؑ کا نکاح حضرت علیؑ سے ہوا اور اُن کے ہاں تین بیٹے حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور حضرت محسنؑ اور دو بیٹیاں حضرت زینبؑ اور حضرت اُمِ کلثومؑ پیدا ہوئیں۔ حضرت محسنؑ بچپن ہی میں فوت ہو گئے، البتہ حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت اُمِ کلثومؑ پروان چڑھیں۔ حضراتِ حسنین کریمین علیہم السلام کی اولاد میں اللہ نے بڑی برکت عطا فرمائی اور اُن سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

☆

آ قا کریم ﷺ نے فرمایا

حضور آ قا کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے پیارے ساتھیوں کی اصلاح و تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے اور اُنھیں اچھی اچھی باتیں بتاتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے:

☆ ایمان یہ ہے کہ تم اللّٰہ اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کو حقیقت سمجھو۔

☆ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اِس حقیقت کی گواہی دینا کہ اللّٰہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اللّٰہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

☆ بہترین کلام اللّٰہ کا کلام اور بہترین سیرت محمد (ﷺ) کی سیرت ہے۔

☆ مجھ پر دورد بھیجنا اللّٰہ کی رضا کا باعث ہے۔

☆ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اُس کے نزدیک اُس کے والدین، اُس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

☆ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُس کی عمر میں برکت اور رزق میں وسعت ہو تو وہ اپنے والدین کی خدمت کرے۔

☆ تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

☆ اللّٰہ اُس شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔

☆ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

☆ اللّٰہ کے نزدیک اِس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں ہے کہ تم کسی مسلمان بھائی کا

دل خوش کر دو۔

☆ جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا اَدب نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

☆ رشتے داروں سے قطعِ تعلّق کرنے والا جنّت میں نہیں جائے گا۔

☆ جو لوگ اللّٰہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اُنھیں چاہیے کہ وہ اپنے مہمانوں کی تواضع کریں۔

☆ ہمسائے کو ستانے والا جہنّمی ہے، اگر چہ تمام رات عبادت کرے اور تمام دن روزہ رکھے۔

☆ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو۔

☆ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

☆ جس نے اللّٰہ کے لیے دوستی کی اور اللّٰہ کے لیے دشمنی کی اور اللّٰہ کے لیے دیا اور اللّٰہ کے لیے روکا، اُس نے اپنا ایمان مکمّل کیا۔

☆ جو شخص تم سے قطعِ رحمی کرے تم اُس سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور جو تم سے بُرا برتاؤ کرے تم اُس پر احسان کرو، اور انصاف کی بات کہو، اگر چہ اُس کی زد تم پر پڑے۔

☆ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے میں شریک ہونا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔

☆ مخلوقات کے اعمال میں دو چیزیں بڑی اچھی ہیں: ایک خاموش رہنے کی عادت اور دوسرے اچھے اخلاق۔

☆ مومن میں دو عادتیں کبھی اکٹھّی نہیں ہو سکتیں: ایک کنجوسی اور دوسرے بداخلاقی۔

☆ اللہ تمھاری شکلوں اور تمھارے اموال کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

☆ سب سے اچھا مال یہ ہے کہ زبان اللہ کا ذکر کرنے والی اور دل اللہ کا شکر کرنے والا ہو۔

☆ اللہ اُس بندے سے بہت خوش ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اور پانی پی کر اُس کی تعریف کرتا ہے۔

☆ اللہ اُس شخص کو بہت ناپسند کرتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا ہے اور بدزبانی کرتا ہے۔

☆ جس شخص کے دل میں ذرّہ بھر تکبّر ہوگا، وہ جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

☆ جو شخص دنیا میں دوُرخا پن اختیار کرے گا، قیامت کے روز اُس کے مُنہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

☆ بدترین لوگ وہ ہیں جو چغلی کرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔

☆ دو مسلمانوں کے درمیان فتنہ اور فساد ڈالنے سے بچو، کیونکہ یہ حرکت تباہ کر دینے والی ہے۔

☆ بُرے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنے سے اکیلے رہنا اچھا ہے، اور اچھے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنا اکیلے رہنے سے اچھا ہے، اور کسی کو اچھّی باتیں بتانا خاموشی سے بہتر ہے، اور بُری باتیں بتانے سے خاموشی بہتر ہے۔

☆ اگر کسی کو بُرائی کرتے دیکھو تو اُسے ہاتھ سے روکو، اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکو تو زبان سے منع کرو، اور اگر زبان سے بھی منع نہ کر سکو تو دل میں بُرا سمجھو، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

☆ سخی اللہ سے قریب ہے، جنّت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے، اور بخیل اللہ سے دور ہے، جنّت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور دوزخ سے قریب ہے۔

☆ منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور جب امانت سپرد کی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔

☆ اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ اُسے اُس مصیبت سے نجات عطا کردے اور تمھیں اُس مصیبت میں مبتلا کردے۔

☆ مظلوم کی بددُعا سے بچو، کیونکہ اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی ہے۔

☆ حسد سے بچو، کیونکہ یہ نیکیوں کو اِس طرح برباد کردیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔

☆ بدگمانی سے بچو، کیونکہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے۔

☆ توبہ گناہوں کو دھو دیتی ہے۔

☆ دُعا عبادت کا مغز ہے۔

☆ اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔

محمد خالد جذبی

جمعۃ المبارک

۹ شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ

۵ جنوری ۲۰۰۱ء

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

سجاد کمپوزنگ سنٹر دین پلازہ گوجرانوالہ